عدم برداشت کا قومی و بین الاقوامی رجحان اور تعلیماتِ نبوی ﷺ

تحریر : عبدالماجد ☆

دُنیا کے تمام ظلم و ستم' قتل و غارت' فتنہ و فساد اور جنگ و جدال کی بنیادی وجہ عدم برداشت ہے۔ عدم برداشت کی وجہ سے بھائی بھائی کا گلا کاٹ دیتا ہے' گھر اُجڑ جاتے ہیں' اقوام آپس میں لڑتی ہیں' ایک ملک دوسرے پر حملہ کر کے ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

یہ بے صبری اور عدم برداشت ہی ہے جس کی وجہ سے پاکستان میں مختلف نسلی' لسانی' مسلکی اور مذہبی گروہ اور جماعتیں آپس میں دست و گریباں ہیں' ہندوستان میں مسلمانوں پر ہندوؤں کا تشدد اور عیسائیوں اور ہندوؤں کی باہمی چپقلش ہے' کوسوو میں سربوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام ہے' کشمیر میں بھارتی فوجیوں کی بربریت اور فلسطینیوں پر اسرائیل کے مظالم ہیں۔ یہ عدم برداشت ہی ہے جس کی وجہ سے روس نے افغانستان میں کئی سال جنگ کر کے سولہ لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا خون بہایا اور امریکہ نے عراقی عوام پر بیالیس دنوں کی خلیجی جنگ کے دوران اٹھاسی ہزار ٹن سے زیادہ گولہ بارود گرا کر ہیروشیما کی تباہی کا ریکارڈ توڑ دیا۔[1] اور خود امریکہ کے سابقہ اٹارنی جنرل ریمزے کلارک (Ramsey Clark) کے مطابق خلیجی جنگ کے دوران اور مابعد کے پانچ سالوں میں پانچ لاکھ افراد لقمۂ اجل بن گئے اور یونیسیف (UNICEF) کی رپورٹ کے مطابق پانچ سال سے کم عمر کے جو بچے ہلاک ہوئے ان کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے۔ اس بے رحمی' سفاکی اور انسانیت سوز مظالم پر ریمزے کلارک بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ :

☆ اسٹنٹ پروفیسر زوآلوجی' گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج' مانسہرہ

"That is crime against humanity of enormous magnitude"[۲]

(یعنی انسانیت کے خلاف یہ ایک بہت بڑا جرم ہے)

یہ دوسروں کو برداشت نہ کرنے کا نتیجہ ہے کہ اس وقت پوری دُنیا تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے اور تہذیبی ٹکراؤ کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ عدم برداشت کے پیدا ہونے کے اسباب کیا ہیں۔

عدم برداشت کے اسباب (Causes of Intolerance)

۱) نسلی، لونی، لسانی، وطنی اور قومی برتری کا احساس۔

۲) دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کی خواہش، یعنی حُبِّ تفوّق (Urge to dominate)

۳) عدل و انصاف کا فوری نہ ملنا۔

۴) استحصالی نظاموں کی وجہ سے غربت، بے روزگاری اور احساسِ محرومی وغیرہ کا موجود ہونا۔

۵) اخلاقی اور مذہبی تعلیمات پر عمل نہ ہونا۔

٦) مذہبی برتری کا احساس اور اپنے نظریات و معتقدات کو دوسروں پر مسلّط کرنے کی کوشش کرنا۔

(۱) حیاتیات، نفسیات اور بشریات کے ماہرین (Biologists, Psychologists and Anthro pologists) لمبی تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر بچہ فطرتی طور پر معصوم پیدا ہوتا ہے۔ اس کی جبلت (Instinct) میں دوسرے انسانوں کے ساتھ کسی قسم کی رقابت یا تعصب نہیں ہوتا۔ بعد میں ماحول (Environment) اس کے اندر مختلف قسم کے تعصبات اور احساسات پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ بعض لوگوں کے لئے محبت کے جذبات پیدا کرلیتا ہے اور بعض کے لئے نفرت کے۔[۳]

(۲) اسی طرح یہ بات بھی تحقیق سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رنگ، نسل، وطن اور

قوم کے حوالے سے کسی انسان کی فطرت میں کوئی تعصّب اور تفوّق کا جذبہ نہیں پایا جاتا' بعد میں والدین اور ماحول اسے ان چیزوں پر فخرو غرور کرنا سکھاتے ہیں' نتیجتاً وہ دوسروں کو کمتر سمجھنے لگتا ہے اور یوں انسانوں کے اندر "من دیگرم تو دیگری" کے احساس کے تحت ایک دوسرے سے ٹکراؤ اور تصادم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ (۴)

(۴) استحصالی نظاموں کی موجودگی کی وجہ سے تمام افراد اور اقوام کو انصاف نہیں ملتا یا دیر سے ملتا ہے جس کی وجہ سے افراد اور اقوام میں احساس محرومی (Sense of deprivation) اور قنوطیت (Frustration) پیدا ہوتی ہے' جو کہ مختلف معاشی و معاشرتی ناہمواریوں کو جنم دے کر آپس میں ٹکراؤ کی کیفیات کو جنم دیتی ہیں۔ (۵) اسی طرح ظلم اور عدم مساوات بھی معاشرے میں فساد کا سبب بنتے ہیں۔

(۵) صرف مادی و سائنسی ترقی اور مجرد قانون معاشرے کے مختلف افراد کے باہمی تعلقات کو درست نہیں کرسکتے' بلکہ اس کے لئے افراد کے اندر اخلاقی تعلیمات کے ذریعے انقلاب ضروری ہے۔ جیسا کہ پروفیسر آرنلڈ ٹائن بی اپنے مضمون "تاریخ جدید انسان کو متنبہ کر رہی ہے" میں لکھتے ہیں کہ :

> "ہمارے مسائل کا حل سائنسی تجربہ گاہوں میں نہیں مل سکتا۔ ہمارے مسائل اخلاقی ہیں اور سائنس اخلاق کے دائرے میں کوئی دخل نہیں رکھتی۔ اپنی معاشرتی بیماریوں کو خدا کے بغیر حل کرنے کے نتائج ہمارے سامنے آچکے ہیں"۔

آخر میں وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ "دورِ حاضر کی سب سے بڑی ضرورت ایک فوق الطبیعی ایمان کا احیاء ہے"۔ (۶)

(۶) مذہبی بنیادوں پر بھی انسانوں کے درمیان کشیدگی رہی ہے' وہ اس وجہ سے نہیں کہ مذہب یہ سکھاتا ہے' بلکہ اس وجہ سے کہ جب کوئی قوم یا فرد یہ تصور کرتے ہوئے کہ حق اس کے پاس ہے' اور حق کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے دوسروں پر مسلط کیا جائے' اگر مخاطب نہ مانے تو اس پر تشدد کیا جائے اور اس سے بزور منوایا جائے۔ مذہب کے معاملے میں یہ ذہنیت آپس میں ٹکراؤ بلکہ جنگوں کو جنم دیتی ہے۔ ایسا کئی بار تاریخ میں ہوا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے۔

عدم برداشت کے مذکورہ بالا اسباب کو ختم کرنے کے لئے اس وقت تک دُنیا میں کوئی نظام موٴثر ثابت نہیں ہوا۔ عالمی لیول پر سوشلزم کا بھی تجربہ ہوچکا' سرمایہ دارانہ نظام بھی آزمایا جاچکا' مغربی جمہوری نظام کے ثمرات کا بھی دُنیا مشاہدہ کر چکی ہے اور موجودہ مغربی تہذیب اور نیو ورلڈ آرڈر کے نتائج بھی سب کے سامنے ہیں۔ اب صرف ایک ہی نظام رہتا ہے اور وہ ہے رحمۃٌ لِلعالمین حضرت محمد ﷺ کالایا ہوا "دین اسلام" جس کے بارے میں دُنیا کے تمام دانش وروں اور انسانیت کے بہی خواہوں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ایسے وقت میں' جبکہ اسلحہ کی قوت یا اقتصادی غلبہ کے نفرت انگیز دباؤ سے نسل انسانی اپنی پیاری آزادیاں گنواتی ہوئی معلوم ہوتی ہے' اسلام ہی مستقبل میں انسانیت کی آزادی کے قلعے کا آخری پشتہ ہے اور عالمی سیاست کی تنظیم نو کے لئے حقیقی طور پر بڑا مددگار ثابت ہو سکتا ہے (۷)۔ دراصل مسلمان ایسی قوم کے افراد ہیں جن کے پاس عالمی برداری کو دینے کے لئے ایک واضح اور مثبت شے ہے۔ (۸)

۲ صبر و برداشت کے لئے اسلامی اصول و تصورات

اسلام کی عطا کردہ تعلیماتِ صبر و برداشت کی بنیاد نہ تو چند مخصوص مشترک مادی اغراض پر ہے' اور نہ ہی ہنگامی و عارضی حالات نے انہیں جنم دیا ہے اور نہ ان میں کسی خاص قوم یا ملک کی سیاسی یا معاشی بہبود پوشیدہ ہے' بلکہ ان کا واضع یعنی رب العالمین وہ ہستی ہے جو تمام انسانوں کا خالق ہے اور وہ ان کی نفسیات سے کماحقہٗ واقف ہے۔ اس لئے اس نے ان تعلیمات کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ ہر انسان میں "زندہ رہنے اور زندہ رہنے دینے" کے جذبے کو پروان چڑھاتی ہیں۔ وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں' وہ انسان کے دل و دماغ اور طرزِ عمل میں تنگ نظری کی بجائے وسیع النظری اور محدودیت کی بجائے آفاقیت پیدا کرتی ہیں۔ یہ نسلی' لونی' وطنی' قومی اور طبقاتی منافرت کو مٹا کر عالمی اخوت و انسانی مساوات کا سبق دیتی ہیں۔ یہ تمام انسانوں کو اللہ کا کنبہ قرار دے کر یہ باور کراتی ہیں کہ بہترین وہ ہے جو خدا کے کنبے کے ساتھ ہمدردی اور حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرے۔ پھر اس کے ساتھ یہ تعلیمات ایسی اخلاقی و قانونی ضمانتیں بھی عطا

کرتی ہیں کہ اگر ان کو اپنایا جائے تو مذہب و مسلک کے اختلاف کے باوجود ان کے ذریعے قومی و بین الاقوامی سطح پر صبر و برداشت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور امن و بھائی چارے کی فضا عام ہوتی ہے۔

آیئے حضور ﷺ کی عطا کردہ تعلیمات صبر و برداشت کا ذرا تفصیل سے جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کیسے وہ تعلیمات انسانوں کے اندر دوسروں کو برداشت کرنے کے جذبات پیدا کرتی ہیں اور ان تمام وجوہات کا کیسے خاتمہ کرتی ہیں جو نسلِ انسانی میں بغض و عناد اور تصادم کا باعث بنتی ہیں۔

(۱) وحدتِ انسانیت کا تصوّر :

انسانیت پر اسلام کا یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے وحدتِ انسانیت کا ایسا تصور دیا جو رنگ و نسل، لسانیت اور وطنیت کے تمام بُتوں کو پاش پاش کر کے بھائی چارے کی مشترکہ اساس فراہم کرتا ہے۔ وہ انسانوں کے ذہن میں یہ بات راسخ کرتا ہے کہ جس طرح سارے انسان ایک خدا کی مخلوق ہیں اسی طرح وہ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور ان سب میں ایک ہی ماں باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔ جس طرح ایک ماں باپ کی اولاد مختلف رنگ و روپ، مختلف قوت و صلاحیت اور مختلف عقل و ضمیر کے باوجود حقوق میں برابر ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے سے مساویانہ سلوک کرتے ہیں، چھوٹے چھوٹے اختلافات اور رنجشوں کے باوجود ایک دوسرے کے دکھ درد اور خوشیوں میں برابر شریک ہوتے ہیں اسی طرح تمام دُنیا کے انسانوں کو فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر ایسا ہی بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مرورِ زمانہ اور اختلافِ ماحول کی وجہ سے اگرچہ وقتی طور پر رنگ و زبان میں فرق آجاتا ہے، لیکن بنیاد سب کی ایک ہے، یعنی تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور انہیں مٹی سے بنایا گیا تھا۔ قرآن نے انسانوں کو یہ بتایا کہ وہ معرفت و شناخت کی آسانی کے لئے خاندان اور قبیلوں کی حد بندیاں قائم رکھ سکتے ہیں، مگر انہیں کسی طرح بھی عزت و ذلت اور برتری و کمتری کا معیار نہیں بنا سکتے، عزّت و ذلّت اور برتری و کمتری کا معیار صرف ایک ہے اور

وہ ہے تقویٰ اور پرہیزگاری والی زندگی۔ اس کے علاوہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی زبانِ صدق سے کئی مواقع پر بے جا انسانی تفریق اور مصنوعی تفاخر کو مٹانے کے لئے نہایت بلیغ اور مؤثر خطبے نکلے ہیں۔ حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا :

"کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت نہیں۔ اسی طرح سرخ و سفید رنگ والے کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو کسی سرخ و سفید رنگ والے پر کوئی فوقیت نہیں۔"(۹)

نیز فرمایا :

﴿ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا ﴾ (۱۰)

"اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔"

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ)) (۱۱)

"ساری مخلوق خدا کی کفالت میں ہے (اُس کے کنبہ کی طرح ہے) تو وہ شخص اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوگا جو اس کی عیال کے ساتھ حسن سلوک کرے گا"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مصنوعی امتیازات (Artificial discrimination) کو مٹانے کے لئے صرف خطبوں پر ہی اکتفا نہیں کیا' بلکہ آپؐ نے ان تعلیمات کو "مواخاۃ" اور میثاقِ مدینہ کی شکل میں عملی طور پر نافذ کر کے دکھایا۔ اس وقت تمام دُنیا میں ذات پات اور رنگ و نسل کی وجہ سے جو تفریق اور فساد موجود ہے اس کا واحد علاج تعلیماتِ نبویؐ ہیں۔ امریکہ میں اس وقت سترہ لاکھ سے زیادہ افراد قید خانوں اور جیلوں میں بند ہیں' جن میں ساٹھ فی صد سے زیادہ قومیتوں یا نسلی اقلیتوں سے تعلق رکھتے ہیں اور آدھے سے زیادہ سیاہ فام ہیں۔(۱۲) اور اسی طرح کی ایک تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ کسی سفید فام کی نسبت سیاہ فام کو سزائے موت کے امکانات پندرہ فی صد زیادہ ہیں اور یہ کہ نسلی' علاقی اور معاشی حیثیت اس بات کا تعین کرتی ہیں کہ کون سزائے موت پائے گا اور کون نہیں۔(۱۳)

(۲) عصبیت کا خاتمہ :

حضور اکرم ﷺ نے صرف مثبت طور پر بھائی چارے اور مساوات کی تعلیم نہیں دی بلکہ منفی طور پر ہر طرح کی تنگ نظری اور عصبیتوں کا خاتمہ کیا' تاکہ نسل انسانی عصبیتوں کی وجہ سے عدم برداشت کا شکار نہ ہو۔ آپ ؐ نے عصبیتِ جاہلیہ کو رد کرتے ہوئے فرمایا :

((مَامِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِيَّةٍ ' لَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِيَّةٍ))

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو تعصب کی دعوت دے' وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں (مسلمان نہیں) جو عصبیت کی وجہ سے کسی سے لڑے' اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرے"۔

کسی صحابی نے پوچھا کہ عصبیت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ :

((اَنْ تُعِينَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ)) (۱۴)

"(عصبیت یہ ہے) کہ تو ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرے"۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ :

((اَنْ يَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهٗ عَلَى الظُّلْمِ)) (۱۵)

"(عصبیت یہ ہے) کہ آدمی ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرے"۔

پاکستان میں مختلف لسانی' نسلی اور صوبائی عصبیتوں کا خاتمہ صرف حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے ہی سے ممکن ہے۔

۳ تحمل و برداشت کے لئے اخلاقی تعلیمات

اسلام اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے انسان کے دل و دماغ میں ہمہ گیری پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کے داخل و خارج کو سنوار کر اس کی قوتِ برداشت بڑھاتا ہے۔ اسلام اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے انسان کے دل میں خوفِ خدا اور آخرت کی جواب دہی کا یقین پیدا کر کے اسے عمل پر آمادہ کرتا ہے۔ اسلامی اخلاقیات کی ایک طویل فہرست ہے' ان میں سے چند اہم عنوانات یہ ہیں : برائی کے مقابلے میں نیکی کرنا' بدی کو معاف کرنا'

عفو و درگزر سے کام لینا' رحم و کرم کرنا' غُصّہ کو پی جانا' نرمی سے بات کرنا' معاملات میں بھی رفق و لطف کا اظہار کرنا' صلح پسندی' انسانی برادری کے ساتھ نیک سلوک کرنا' جانوروں کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرنا' دشمنوں کو معاف کرنا۔

ان تعلیمات میں کہیں بھی تنگ نظری کا شائبہ نظر نہیں آتا' بلکہ جس طرح ربُّ العالمین کی ربوبیت ساری مخلوق کے لئے عام ہے اسی طرح اسلام کی اخلاقی تعلیمات بھی ہمہ گیر ہیں' دوست دشمن سب اس میں برابر ہیں۔ پھر اسلامی شریعت نے صرف محاسن اخلاق ہی کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان رذائل سے بھی سختی سے منع کیا جو انسانی تعلقات کے بگاڑ اور فساد کا موجب بنتے ہیں' جیسے جھوٹ بولنا' فخر و غرور کرنا' کسی کو بلاوجہ برا کہنا' بے ایمانی اور بد عہدی کرنا' فساد برپا کرنا' دوسروں کی حق تلفی کرنا' بد گمانی کرنا' کسی کو پیدائشی یا نسلی طور پر ذلیل سمجھنا' تمسخر اڑانا' معاملات میں بد دیانتی کرنا وغیرہ۔ ان رذائل سے نہ صرف روکا گیا ہے بلکہ دُنیا و آخرت میں ان کے بُرے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے اور آخرت میں ناکامی کا سبب بتایا گیا ہے۔

ان تمام اخلاقی تعلیمات میں سے چند محاسن و رذائل کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

(۱) برائی کے مقابلے میں بھلائی کرنا :

قرآن میں ارشاد خداوندی ہے کہ :

﴿ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ ﴾ (حمٓ السجدة : ۳۴'۳۵)

"بھلائی اور برائی برابر نہیں۔ تم برائی کا جواب اچھائی سے دو' پھر تم دیکھو گے کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسے دوست قرابت والا۔ اور یہ بات انہی کو ملتی ہے جو صبر کرتے ہیں' اور یہ اسی کو حاصل ہوتی ہے جو بڑے نصیب و قسمت والا ہوتا ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

﴿ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○ ﴾ (الرعد : ۲۲)

"وہ برائی کو نیکی سے دفع کرتے ہیں' ان کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے"۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اوّل الذکر آیت کی شرح ان الفاظ میں کی ہے :

((اَمَرَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالصَّبْرِ عِنْدَالْغَضَبِ وَالْحِلْمِ عِنْدَ الْجَهْلِ وَالْعَفْوِ عِنْدَالْاَسَاءَ ةِ' فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوَّهُمْ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ)) (۱۶)

"اللہ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے کہ غصّہ کے وقت صبر کا' جہالت کے وقت برداشت کا اور برائی کے وقت معافی کا معاملہ کریں۔ جب ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں شیطان سے محفوظ کر دے گا اور ان کے دشمن کو ان کے لئے جھکا دے گا گویا کہ وہ قریبی دوست ہو"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

((اِنَّ اللّٰهَ لاَ يَمْحُو السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ وَلٰكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ' اِنَّ الْخَبِيْثَ لاَ يَمْحُو الْخَبِيْثَ)) (۱۷)

"اللہ بُرائی کو بُرائی کے ذریعے نہیں ختم کرتا' بلکہ بُرائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔ یقیناً بُری چیز کبھی بُری چیز کو نہیں مٹاتی"۔

اور یہ بھی ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

((صِلْ مَنْ قَطَعَكَ' وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ' وَاَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ)) (۱۸)

"اُس سے صلہ رحمی کرو جو تم سے قطع تعلق کرے' اور اس سے درگزر کرو جو تم سے زیادتی کرے' اور اس سے بھلائی کرو جو تم سے برائی کا معاملہ کرے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی صبر و برداشت اور بُرائی کے مقابلے میں بھلائی کرنے کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

فتح مکّہ کے دن جب بعض صحابہؓ نے یہ نعرہ لگایا کہ آج کشت و خون کا دن ہے' آج دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا دن ہے' تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ" کی آواز سنی تو فرمایا ((اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ)) "آج رحم و کرم کا دن ہے" اور اپنے جانی

دشمنوں کو فرمایا: ((اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ)) "جاؤ! تم لوگ تمام سزاؤں سے بَری ہو"۔

عثمان بن طلحہ، جو اس سے پہلے کعبہ کے کلید بردار تھے، ان سے کنجی اپنے دستِ مبارک میں لے کر پھر واپس کر دی اور فرمایا :

((اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْبِرِّ وَالْوَفَاءِ)) [20]

"آج کا دن نیکی اور وفاشعاری کا دن ہے"۔

خیبر میں آپ ﷺ نے زہر دینے والی یہودیہ کو معاف کیا، چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل سے درگزر کیا اور ان کے کلیجے کو چبانے والی عورت ہندہ کو معاف کیا۔ طائف والوں نے آپؐ پر پتھروں کی بارش کر کے لہولہان کر دیا، لیکن آپؐ نے ان کے حق میں رحمت وہدایت کی دعا کی، احد میں اپنے چہرے کو زخمی کرنے والوں کے حق میں دعاء خیر کی اور دشمنوں کے حق میں بددعا کے لئے کہا گیا تو فرمایا کہ میں دُنیا میں لعنت کے لئے نہیں بلکہ رحمت کے لئے آیا ہوں۔[21] آج مسلمانوں کو ایسی تعلیمات کو اپنانے کی انتہائی ضرورت ہے۔

(۲) رفق ولطف :

اس کا مطلب یہ ہے کہ معاملات اور بات چیت میں سختی اور درشتی سے کام نہ لیا جائے، بلکہ نرمی اور سہولت اختیار کی جائے۔ تحمل اور نرمی کی اہمیت قرآن واحادیث میں بڑی شد و مد سے بیان کی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی نرم دلی کو اللہ نے اپنی رحمت قرار دیا ہے اور فرمایا کہ :

﴿ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ﴾

(آل عمران : ۱۵۹)

"اگر آپؐ سخت دل اور سخت مزاج ہوتے تو لوگ آپؐ سے تتر بتر ہو جاتے"۔

فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ نرم و مہربان ہے اور نرمی و مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نرمی پر وہ چیز دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا اور نہ کسی اور چیز پر دیتا ہے۔ نرمی جس چیز میں ہو تو اس کو زینت دے گی اور جس چیز سے بھی اُٹھ جائے گی اس کو بدنما اور عیب دار بنا دے گی۔

((مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ)) (۲۲)

"جو شخص نرمی سے خالی ہو گیا وہ ہر بھلائی سے خالی ہو گیا"۔

اسی طرح آپ ﷺ نے اُس شخص پر آگ کو حرام قرار دیا جو لوگوں کے قریب ہو اور نرم خو اور آسان ہو۔ (۲۳)

(۳) غیظ و غضب کی جگہ حلم و بردباری :

غیظ و غضب اور غُصّہ ایک سَلبی اخلاقی قدر اور مذموم و ناپسندیدہ فعل ہے' کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سے ظالمانہ اور بے دردی کے کام انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں' جن پر بعد میں اکثر پشیمانی اور ندامت ہوتی ہے' اس لئے تعلیماتِ نبویؐ میں غُصّہ کو قابو کرنے پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ ایک اچھے مسلمان کی قرآن نے یہ تعریف بیان کی ہے :

﴿ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ﴾ (آل عمران : ۱۳۴)

"اور وہ غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں"۔

دوسری جگہ ہے :

﴿ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴾ (الشوریٰ : ۳۷)

"اور جب ان کو غُصّہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں"۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ کسی شخص نے عرض کیا : اَوْصِنِيْ "مجھے وصیت فرمائیں" آپ ﷺ نے فرمایا ((لَا تَغْضَبْ)) "غُصّہ نہ کر" (یعنی برداشت کر)۔ اس شخص نے بار بار عرض کیا' مگر آپؐ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ غُصّہ نہ کر۔ (۲۴)

لوگ عموماً غُصّہ نکالنے یا کسی سے انتقام لینے کو بہادری سمجھتے ہیں' لیکن آپ ﷺ نے فرمایا : ((لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ' اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ)) (۲۵) یعنی زور آور اور پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے' بلکہ وہ ہے جو غُصّہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص انتقام لینے پر قادر ہونے کے باوجود انتقام نہیں لیتا' بلکہ معاف کر دیتا ہے' اللہ اس کو اپنے سب بندوں سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ (۲۶)

یہ درست ہے کہ غُصّہ پینے میں تلخ گھونٹ ہے' لیکن اس کی تلخی میں جو حلاوت ہے

اور اس کے پینے میں جو خیر و برکت ہے وہ کسی اور مشروب میں نہیں۔ آپ نے فرمایا : "اللہ کی رضا کے لئے غصے کے گھونٹ کو پینا سب سے افضل گھونٹ ہے"۔ غُصّہ ایک نفسیاتی مرض ہے جو ایمان کو خراب کر دیتا ہے۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے : ((اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرَ الْعَسَلَ)) یعنی غُصّہ ایمان کو ایسے خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔(۲۷)

اس میں شک نہیں کہ غُصّہ ایک جبلی تقاضا ہے' لیکن اس پر قابو رکھنے سے انسان دنیا و آخرت میں مصائب و عذاب سے بچ جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "جو شخص اپنی زبان کو بند رکھتا ہے اللہ اس کے عیب کی پردہ پوشی کرتا ہے اور جس نے اپنے غصے کو روکا اللہ قیامت کے دن اس کو عذاب سے بچائے گا"۔ ایک حدیث میں ہے ((لَا تَغْضَبْ وَلَكَ الْجَنَّةُ)) "غُصّہ نہ کر' تیرے لئے جنّت ہے"۔(۲۸)

قرآن عظیم میں ۹۰ سے زیادہ بار صبر کا ذکر ہے اور ۱۶ مقامات پر صبر و برداشت کا حکم ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں نصف ایمان صبر ہے اور نصف ایمان شکر ہے۔(۲۹)

ان تمام تعلیمات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے غُصّہ و عدم برداشت کو ختم کرنے کے لئے کتنی ترغیبات دی ہیں' کیونکہ اللہ کے رسولؐ جانتے تھے کہ غُصّہ ہی اصل میں تمام بُرائیوں کی بنیاد ہے اور صبر و تحمل ایک اعلیٰ ترین حفاظتی تدبیر ہے' اس تدبیر کے ذریعے انسان فساد کے ہر بم کو "defuse" (ناکارہ) کر سکتا ہے اور دُنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

(جاری ہے)

حواشی و حوالہ جات

(۱) *Ramsey Clark; Impact International (Vol: 25, No.9 Sep., 1995)*

بحوالہ ماہنامہ میثاق اکتوبر ۱۹۹۸ء' مدیر ڈاکٹر اسرار احمد' مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور' ص ۵۸

(۲) *Ibid* (ایضاً) *p59*

(۳) *Ruch, F.L; Psychology and Life (Scott, Foresman and*

company, Newyork, P 680= Enough has been said throughout this book on the way that social attitudes are acquired through learning to indicate the falsity of the "Instinct hypothesis of race prejudice" If race prejudice were an inborn human characteristic, it would be found in all groups (of human), but it is not so......

یہ بات مغرب والے آج کہہ رہے ہیں، لیکن پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل دُنیا کو یہ بتایا تھا کہ ہر بچہ بغیر کسی تعصب و رقابت کے فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ ((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةٍ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ)) اور قرآن کی سورۃ الروم کی آیت ۳۰ ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ سے بھی بات واضح ہوتی ہے۔

(۴) *Ibid* (ایضا) *P674, Psychology of Racial conflict*

اور اسی کتاب کا صفحہ ۶۸۹، جہاں پر مصنف کتاب ہذا لکھتا ہے:

"War is not the result of man's "aggressive instinct" but of habits, attitudes of beliefs that he has acquired as a result of social conditioning"..........

صفحہ ۶۸۷ پر یہی مصنف لکھتا ہے:

Children whose parents allow them to play with children of different ethnic groups, with no fuss or special comment accept them just as people and are not likely to grow up feelings that there are unbridgeable gaps between different groups of mankind.

(۵) احساس محرومی اور قنوطیت کے بارے میں بھی ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ یہ تشدد اور ٹکراؤ کو جنم دیتے ہیں۔

When unable to get what they want, people behave aggressively, the aggression being directed not necessarily against the source of frustration but against any person or group who happens to be convenient and visible..... p 681-682 حوالہ بالا

اسی طرح ٹلی نے ۱۹۶۹ء میں لکھا:

Historically, collective violence has flowed regularly out of

the central political processes of western countires. Men seeking to seize, hold or realign the levers of power has continually engaged in collective violence as a part of their struggle. The oppressed have struck in the name of justice, the privileged in the name of order those in between in the name of fear (Psychology and Life by Zambardo 9th edition, 1975, P 624.

اس وضاحت اور حوالوں کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ عدم برداشت کے اسباب ربّ العالمین نے انسان کی فطرت میں نہیں ڈالے' بلکہ بعد میں والدین اور ماحول اسے یہ چیزیں سکھاتے ہیں۔ اس لئے اگر انسان کی آسمانی تعلیمات کے ذریعے صحیح رہنمائی کی جائے تو عدم برداشت کے تمام اسباب ختم ہو کر یہاں امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔

(٦) پروفیسر خورشید احمد = اسلامی نظریہ حیات' ص ۱۰۱' ۱۰۲

اسی طرح کے خیالات کا اظہار سابق امریکی صدر نکسن نے اپنی کتاب "Beyond Peace" (ورائے امن) میں تفصیل سے کیا ہے :

''ہمارے شہروں کو گھن لگا ہوا ہے اور اس کی سڑاند ہمارے روحانی' اخلاقی اور تہذیبی عادات و اطوار میں رچ بس چکی ہے' جس سے غربت' جرائم اور دیگر عوامی سہولتوں کے ناجائز استعمال جیسے عوارض نے جنم لیا ہے''۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں : ''آتش زن' لٹیرے' ڈاکو اور فسادی اس لئے آگ نہیں لگاتے' لوٹتے اور ڈکیتی اور تشدد کرتے کہ وہ غریب ہیں' بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ تہذیبی اعتبار سے گل سڑ گئے ہیں'' بحوالہ میثاق (ماہنامہ) اکتوبر ۱۹۹۸ء' ص ۵۰

(۷) رحمان مذنب۔ تہذیب و تمدن اور اسلام --- ۱۹۹۳ء' ص ۳۹۱

(۸) رحمان مذنب۔ تہذیب و تمدن اور اسلام --- ۱۹۹۳ء' ص ۳۹۰

(۹) مسند احمد' بحوالہ سیرت النبیؐ۔ شبلی نعمانی' سید سلیمان ندوی' مکتبہ مدنیہ لاہور' ج ۲' ص ۹۳

(۱۰) بخاری شریف' بحوالہ سیرت النبیؐ' شبلی نعمانی' سید سلیمان ندوی' مکتبہ مدنیہ لاہور ج ٦' ص ۱٦۱

(۱۱) الحدیث' بحوالہ اسلامی ثقافت' ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

(۱۲) روزنامہ مشرق' ۱٦ مارچ ۱۹۹۹ء' مضمون ''امریکہ میں انسانی حقوق کی حالت زار''

مشرق سروس

(۱۳) روزنامہ نوائے وقت، ۲۲ مارچ ۱۹۹۹ء، مضمون "حقوق انسانی کا تحفظ اور امریکہ" محمد آصف شیخ

(۱۴) ابوداؤد، بحوالہ اربعین نووی، مولفہ امام یحییٰ بن شرف الدین النودی، نعمانی کتب خانہ اردو بازار، لاہور

(۱۵) ابن ماجہ، بحوالہ ۱۴

(۱۶) ابن کثیر، ج ۴، ص ۱۰۱۔ قدیمی کتب خانہ، اردو بازار، کراچی

(۱۷) مشکوٰۃ، الجزء الثانی، ص ۸۴۵ بحوالہ کاروانِ حیات ۔ مولانا وحید الدین خان۔ فضلی سنز لمیٹڈ اردو بازار، کراچی، ص ۱۵۸

(۱۸) الحدیث، بحوالہ معارف القرآن، مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی، ج ۲، ص ۱۹۰

(۱۹) مولانا مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصوارت، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور ۱۹۹۰ء، ص ۶۴

(۲۰) ایضاً۔

(۲۱) سارے واقعات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو : سیرت النبیؐ شبلی نعمانی ج ۴

(۲۲) مشکوٰۃ المصابیح۔ الجزء الثالث، بحوالہ کاروان ملت، ص ۱۵۹

(۲۳) ترمذی، بحوالہ سیرت النبیؐ، ج ۶، ص ۲۳۷

(۲۴) بخاری شریف، بحوالہ اربعین نووی، ص ۱۱۴

(۲۵) بخاری و مسلم، بحوالہ اربعین نووی، ص ۱۱۵

(۲۶) الحدیث

(۲۷) بیہقی، بحوالہ مظاہر حق

(۲۸) اربعین نووی، ص ۱۱۷

(۲۹) قاضی سلمان منصور پوری، رحمتہؐ للعالمین۔ پروگریسو بک سنٹر، اردو بازار، لاہور، ج ۳، ص ۳۴۱